ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

محمد امان اللہ خان

ریسرچ اسکالر، پی ایچ ڈی، اردو وفاقی اردو یونیورسٹی اسلام آباد

ڈاکٹر ناہید قمر

اسسٹنٹ پروفیسر شعبہ اردو وفاقی اردو یونیورسٹی اسلام آباد

جدید اور مابعد جدید (نو آبادیاتی / پس نو آبادیاتی) / مزاحمتی اردو نظم کی روایت

Muhammad Aman Ullah Khan
PhD Urdu Scholar, Department of Urdu, Federal Urdu University Islamabad.
Dr. Naheed Qamar
Assistant Professor, Department of Urdu Federal Urdu University Islamabad.

Modern and post-modern (colonial / post-colonial) resistance Urdu poetry

Colonialism is strictly referred to the policies and Methods by an Imperial Power maintained and extended its control over the territories or People. A policy of extending a Country's Power and influence through diplomacy or military. It also affects the literature of the Subject Country which is controlled by the colonialist. This Article Present an analysis of Colonial system and its impact on Urdu Poem.

Key Words: *Revolutionary Struggle, Cultural and Literary identity, Sir Sayyad, Azad, Hali, Post-Colonial, Reaction, Anjuman Punjab.*

۱۸۵۷ء کی انقلابی جدوجہد میں مکمل ناکامی کے بعد جب پورے ہندوستان پر حکومت برطانیہ کا قبضہ ہو گیا تو اس وقت انگریزوں کے خلاف براہ راست ٹکراؤ کی صورت کو برقرار رکھنا ناممکن تھا اور اس بات کی اشد ضرورت تھی کہ ہندوستان میں بسنے والی اقوام کو مایوسی کی فضا سے نکال کر خود اعتمادی کی طرف راغب کیا جائے۔ وجہ یہ تھی کہ شکست کے نتیجہ میں عام لوگ اپنی تہذیبی، ثقافتی، معاشی، معاشرتی، اقتصادی، علمی و فکری اور فنی و نفسیاتی روایات کو کھونے کے ساتھ ساتھ ماضی کی روایت پر عدم اعتماد کر رہے تھے اور ہر طرف بے چینی اور بے سکونی کا راج تھا۔ اس

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

کے برعکس دوسری طرف سیاسی بالادستی ملنے اور انگریز خود کی تہذیب و ثقافت، معاشرتی اقدار، معاشی سلسلے اور علم و فکر اور نفسیاتی دباؤ کے سبب خود کو ترقی یافتہ، مستحکم اور طاقت ور کے روپ میں اہلِ ہند کے سامنے پیش کر رہے تھے گویا ہندوستانی اقوام ان کے سامنے بے بس، لاچار اور مکمل غلام تھیں جن کی ڈور اب انگریز کے ہاتھ تھی اور پورا ہندوستان اب تاجِ برطانیہ کی نو آبادی تھا۔اس پُر آشوب صورت حال کا مقابلہ کرنے کے لیے ضروری تھا کہ ہندوستان کی دیگر اقوام کی طرح مسلمان بھی اپنی تہذیبی و ثقافتی، علمی و فنی، فکری و نفسیاتی، معاشی و اقتصادی اور معاشرتی شناخت باقی رکھتے ہوئے خود کو فعال اور متحرک قوم کے طور پر سامنے لائیں۔ وجہ یہ تھی کہ ہندو جنگ آزادی کا سارا ملبہ مسلمانوں پر ڈال کر انگریز کی حمایت حاصل کرنے میں کامیاب ہو چکے تھے۔ایسے میں ماضی کی از سرِ نو دریافت کی طرف پیش قدمی کی گئی تاکہ مسلمان قوم خود پر اعتماد بحال کر سکے۔ اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی کوشش کی گئی کہ مسلمان فاتح قوم کی برکات سے بھی فائدہ اٹھائیں اور اپنے بہتر مستقبل کی تعمیر نو کے لیے کوشش کریں۔اس مقصد کے لیے سر سیّد احمد خان نے عام اصلاحی کوششوں کا آغاز کیا جسے ہم "تہذیبی نشاۃ ثانیہ" کہہ سکتے ہیں۔اس نشاۃ ثانیہ کے میر کارواں سر سیّد احمد خان کو کہا جا سکتا ہے۔سر سیّد احمد کا یہ ماننا تھا کہ مسلمان جو اس بغاوت میں سب سے زیادہ نقصان اٹھا چکے تھے اگر باعزت قوم کی حیثیت سے دوبارہ زندہ رہنا چاہتے ہیں تو انھیں حالات سے مایوس ہو کر گوشہ نشینی اختیار کرنے یا مزید بغاوت کے ذریعے خود کو مزید ہلاکت میں ڈالنے کی بجائے انگریز سے مفاہمت اور سمجھوتے کا راستہ اختیار کریں۔اسی مقصد کو سامنے رکھتے ہوئے سر سیّد نے پہلی کوشش یہی کی تھی کہ انگریزوں اور مسلمانوں کے درمیان غلط فہمی دور کرنے کی غرض سے "رسالہ اسبابِ بغاوت ہند" لکھا۔ جس میں یہ باور کرایا گیا کہ انگریز کے خلاف بغاوت صرف مسلمانوں نے ہی نہیں کی اس میں ہندوستان کی دیگر اقوام بھی شامل ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ مسلمانوں کو یہ بھی تلقین کی گئی کہ انگریز ایک ترقی یافتہ قوم ہے اس لیے بھی اس کے قریب آئیں تاکہ ان کے علمی اور تہذیبی کارگزاریوں سے استفادہ کیا جا سکے۔دوسرے لفظوں میں اب چوں کہ انگریز اقتدار میں ہیں اور پورے ہندوستان کے مکمل مالک و مختار ہیں لہٰذا ان کی غلامی کو تسلیم کر لیا جائے اور اپنے آپ کو ان کے ظلم و ستم سے بچانے کے لیے مالک کے حکم کی تعمیل کی جائے۔یہی سوچ نو آبادیاتی سوچ کی طرف اشارہ ہے۔البتہ یہاں وقت کی ضرورت تھی اور سر سیّد نظریہ ضرورت پر عمل درآمد کے لیے مسلمان قوم کو تیار کر رہے تھے۔

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

سر سیّد کی اس انفرادی کوشش کا نتیجہ یہ نکلا کہ مسلمان قوم میں ایک دفعہ پھر سے اجتماعیت آگئی اور ان کے گرد کئی ایک دانش ور جمع ہو گئے جن کے تعاون سے زندگی کے تمام میدانوں میں اصلاحاتی پروگرام شروع ہو گئے۔ انہی اصلاحات کے سبب مسلمانوں کی قومی تاریخ ایک نئے ذہن اور نئے طریق فکر کی طرف مڑ گئی۔ سر سیّد کی اصلاحی تحریک چوں کہ "عقلیت پسندی" کے نظریہ پر مشتمل تھی جس کی رو سے فطرت کے تمام مظاہر علت و معلول کے قانون کے پابند تھے اور وہ تمام مظاہر جو اس قانون کے دائرہ سے باہر تھے محض اوہام کا حصہ تھے۔ اس تصور سے مذہبی کے بہت سے پہلوؤں پر زد پڑتی تھی۔ اسی کے سبب سر سیّد کے بہت سے مخالفین بھی پیدا ہو گئے اور اسی نظریہ کے سبب ان پر "نیچری" ہونے کا الزام بھی عائد کیا جاتا رہا۔ البتہ سر سیّد کی اصلاحی تحریک نے حالی اور محمد حسین آزاد پر خوب اثر ڈالا اور ان دونوں نے شاعری کو "نیچری" بنا دیا اور اسی تحریک کے سبب "جدید نظم" دوسرے لفظوں میں نو آبادیاتی نظام سے متاثرہ شاعری کو جنم دیا۔ انجمن پنجاب کا قیام جو کہ کرنل ہالرائیڈ کے ایماء پر وجود میں آیا اور اسی انجمن کے تحت پہلا مشاعرہ ۱۸۷۴ء میں منعقد ہوا جس میں آزاد نے اردو شاعری کے متعلق جو الفاظ پڑھے وہ ذیل کے بیان سے واضح ہوتے ہیں۔

> "میں نثر کے میدان میں بھی سوار نہیں پیادہ ہوں اور نظم میں خاک افتادہ مگر سادہ لوحی دیکھو کہ ہر میدان میں دوڑنے کو آمادہ ہوں۔ یہ فقط اس خیال سے ہے کہ میرے وطن کے لیے شاید کوئی کام کی بات نکل آئے۔ میں نے آج کل چند نظمیں مثنوی کے طور پر مختلف مضامین میں لکھّی ہیں جنہیں نظم کہتے ہوئے شرمندہ ہوتا ہوں"۔ (۱)

اس سے پہلے ۱۵ اگست ۱۸۶۷ء کے انجمن پنجاب کے جلسہ میں نظم اور کلام موزوں پر بھی تقریر کرتے ہوئے اردو شاعری پر عدم اطمینان کا واضح اظہار بھی کر چکے تھے۔ شعر کی تعریف، ماہیت اور مقصد پر روشنی ڈالتے ایک نئے طرز کی شاعری کی بھی دعوت دی تھی۔ جس سے واضح اندازہ ہوتا ہے کہ اردو زبان و ادب کو انتہائی کم تر اور اس کے مقابلے انگریز شاعری اور زبان و ادب کو برتر ثابت کرنا چاہتے تھے۔ کہا جاتا ہے کہ محکوم قوم کی سوچ پر حاکم قوم کی گہری چھاپ ہوتی ہے اور یہی اثر واضح طور پر ہمیں مولانا آزاد اور حالی کے رویّوں میں صاف دکھائی دیتا ہے۔ یہی وہ مقام تھا جب اردو ادب پر نو آبادیاتی اثر قائم ہوا اور اب تک بحیثیت قوم ہم اس اثر سے باہر نہیں نکلے۔ شاعری کے حوالہ سے مولانا کا یہ اقتباس ملاحظہ ہو:

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

"شعر سے وہ کلام مراد ہے جو جوش و خروش، خیالات سنجیدہ سے پیدا ہوا ہے اور اسے قوّت قدسیّہ الٰہی سے ایک سلسلہ خاص ہے۔ خیالات پاک جوں جوں بلند ہوتے جاتے ہیں مرتبہ شاعری پر پہنچ جاتے ہیں۔ ابتدا میں شعر گوئی حکما اور علمائے متبحر کے کمالات میں شمار ہوتی تھی اور ان تصانیف میں اور حالی کی تصانیف میں فرق بھی زمین و آسمان کا ہے البتہ فصاحت و بلاغت اب زیادہ ہے مگر خیالات خراب ہو گئے۔ سبب اس کا سلاطین و حکام عصر کی قباحت ہے۔ انہوں نے جن جن چیزوں میں قدر دانی کی لوگ اس میں ترقی کرتے گئے"۔ (۲)

درج بالا اقتباس سے واضح طور پر اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ عام لوگوں میں اردو شاعری کی طرف سے بیزاری پائی جاتی تھی اور غدر کے ہنگاموں کے بعد کی پیدا شدہ قدروں میں اس وقت کی شاعری اپنا جواز کھو بیٹھی تھی۔ مزید یہ کہ آزاد شاعری کا دفاع کر رہے تھے کہ شاعری دوسرے فنون لطیفہ کی طرح قدرت الٰہیہ کا ایک عطیہ ہے۔ البتہ شاعری اس وقت ہو سکتی ہے جب انسان کے دل میں قوت گویائی اور جوشِ مضمون بھی جمع ہو تو کلام موزوں پیدا ہوتا ہے۔ ان کے خیال میں اردو شاعروں نے قدرت کے اس عطیہ کا غلط استعمال کیا جس کی وجہ سے خیالات خراب ہو گئے۔ گویا آزاد کے نزدیک اردو شاعری کا موضوع محدود ہے اور بیان میں شاعر پُر خلوص نہیں بل کہ اکثر باتیں تقلیدی اور خیالی ہوتی ہیں۔ اس لیے وہ شعرا کو اس محدود فضا اور خیالی دنیا سے نکلنے کا مشورہ دیتے نظر آتے ہیں۔ یہ بیان بھی ملاحظہ ہو:

"تمہارے بزرگ اور تم ہمیشہ نئے مضامین اور نئے انداز کے موجد رہے مگر نئے انداز کے خلعت و زیور جو آج کے مناسب حال ہیں، وہ انگریزی صندوقوں میں بند ہیں کہ ہمارے پہلو میں دھرے ہیں اور ہمیں خبر نہیں۔ ہاں صندوقوں کی کنجی ہمارے ہم وطن انگریزی دانوں کے پاس ہے"۔ (۳)

اس بیان سے واضح نظر آرہا ہے کہ آزاد نوآبادیاتی نظام کے تابع رہتے ہوئے اپنے آقاؤں کی زبان و ادب کو ترجیح دینے کی پرزور کوشش کر رہے ہیں اور اپنے زبان و ادب کو ان کے تابع کرنے کا بھرپور مشورہ بھی دے رہے ہیں۔ اس مشورے کی وجہ انگریزی ادب سے مرعوبیت اور انگریزی اقتدار کی سیاسی بالا دستی اور ظاہری چمک دمک کے سامنے نفسیاتی مرعوبیت کے سبب نوآبادیاتی نظام کے سامنے سر تسلیم خم کرنا ہے۔ اسی لیے آزاد ایک

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

طرف شاعری کو شاعر کے جذبات کا بے ساختہ اظہار کہتے ہیں تو دوسری طرف شعری مضامین کے لیے انگریزی ادب کی طرف رجوع کرنے کا بھی مشورہ دیتے ہیں۔ اس تضاد کا مطلب یہ ہے کہ وہ جن مغربی شعری تصورات سے استفادہ کرتے ہیں انہیں اچھی طرح سمجھنے سے بالکل قاصر معلوم ہوتے ہیں۔ البتہ یہ ضرور کہا جا سکتا ہے کہ آزاد زبان کے متعلق اپنی رائے کو معقولیت کے ہی تابع کرتے ہیں۔ ان کا خیال ہے کہ اردو شاعری میں زبان بے جا تکلف وتصنع کی اسیر ہے جو فارسی کے زیرِ اثر ہے۔ انہی خیالات کے تابع ہو کر اردو میں نیچری شاعری کا آغاز کیا گیا جو کہ ایک تحریک کی شکل میں وارد ہوئی۔ ہر چند اس تحریک نے مقبولیت بھی حاصل کی لیکن کئی ایک مقامات پر اسے شدید مخالفت بھی برداشت کرنا پڑی۔ اس وقت کے اخبار "پنجابی" اور "سر شتہ تعلیم اودھ" میں آزاد کے لیکچروں اور نظمیہ مشاعروں کے خلاف مضامین چھپنا شروع ہو گئے تھے۔ قدیم اردو ادب سے متعلق آزاد کے تصورات اور انگریزی ادب سے غیر مشروط استفادے کے مشورے کو بھی تفنن سے دوچار ہونا پڑا۔ یہ کہا جا سکتا ہے کہ ان مخالفتوں کا اصل محرک اردو شاعری کے قدر دانوں کا اردو شاعری سے جذباتی لگاؤ اور وابستگی اس حد تک تھی کہ وہ اپنی زبان کے تخلیقی ادب کو نئے نو آبادکار اور جابر حاکم کے سامنے جھکنا گوارانہ کرتے تھے۔ اس کے ساتھ ساتھ آزاد کی تحریک کو سر سیّد احمد خان اور خواجہ الطاف حسین حالی جیسے لوگوں کی طرف سے حوصلہ افزائی اور اور ہمت افزائی بھی دی گئی۔ ان کے ساتھ ساتھ دوسرے ملکوں کے ادیبوں اور دانش وروں نے بھی آزاد کی اس تحریک کو سراہا۔ اس تحریک کو اس وقت کی ایک ضرورت خیال کیا گیا اور اس تحریک کے تابع ہو کر بعد میں آنے والے ادباء و شعراء نے عملی طور پر کوشش کی کہ اردو شاعری کو "حسن و عشق" کی قید سے آزاد کیا جائے۔

خواجہ الطاف حسین حالی نے اسی تحریک سے متاثر ہو کر آزاد کی ہم نوائی میں انجمن پنجاب کے پلٹ فارم سے ہونے والے مشاعروں کے لیے باقاعدہ نظمیں لکھنا شروع کیں اور ان مشاعروں میں شرکت کو بھی لازمی جزو بنا لیا۔ حالی نے سر سیّد کے مشورے سے باقاعدہ اپنی شاعرانہ تخلیق "مسدس" کو تحریر کیا جسے سر سیّد اپنے لیے توشہ آخرت قرار دے چکے ہیں۔ حالی نے جب اپنا دیوان مرتب کیا تو اپنی شاعری کے جواز میں ایک مقدمہ لکھا جو بعد ازاں "مقدمہ شعر و شاعری" کے نام سے کتابی شکل میں سامنے آیا۔ مقدمہ شعر و شاعری کو اردو زبان و ادب میں پہلی مستقل اور مستند تنقیدی کتاب ہونے کا بھی شرف حاصل ہے۔ اس مقدمہ نے اردو شاعری کو ایک نیا ہی رخ دے دیا۔ حالی نے اپنی اس کتاب میں ایک طرف تو شعر کی ماہیت، اس کی خصوصیات، سماج سے شعر کے تعلق پر گفتگو کی ہے تو دوسری طرف بعض مخصوص شعری اصناف کا جائزہ لیتے ہوئے ان میں اصلاحات کا بھی مطالبہ کر دیا۔

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

دیکھا جائے تو حالی اور آزاد کے ہاں ادبی تصورات میں مماثلت پائی جاتی ہے۔ یہاں اس بات کا اضافہ ضروری ہے کہ حالی نے آزاد کی فکر سے متاثر ہو کر جس طرح کی نظمیں لکھیں ان کا دائرہ کار کرنل ہالرائیڈ نے طے کر دیا تھا اور ان دونوں نے اسی نو آبادیاتی فکر کے آگے گھٹنے ٹیک دیے اور ان ضابطوں کو من و عن قبول کر لیا جو انگریز سامراج ان سے چاہتا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ مشرق و مغرب کی درمیان تہذیبوں کی آمیزش اور آویزش کا شعوری عمل ادب میں شروع ہو گیا۔ اور اسی آمیزش اور آویزش کے سبب حالی اور آزاد نے مغربی ادب سے "**خذ ماصفا ودع ماکدر**" کے اصول کے تحت اردو شاعری اور ادب پر مغربی اصول لاگو کر اپنی زبان کے تخلیق کردہ ادب کو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے کم تر ثابت کر دیا اور مغربی ادب کو برتر۔ اردو شاعری کو مغربی انگریزی نظم کے اصولوں پر پرکھا گیا اور یوں اپنے تئیں آپ ذہنی غلام ہونے کا ثبوت دے دیا گیا۔ یہی تو نو آبادیاتی اثر تھا جس نے آئندہ آنے والے اردو ادب کا کینڈا ہی بدل دیا۔ حیران کن طور پر حالی ایک طرف اپنے اصولوں کے اثبات میں مغربی ادیبوں کے حوالے دیتے ہیں تو دوسری طرف عربی، فارسی کے مشہور ادیبوں کے تنقیدی تصورات سے استفادہ کرتے بھی نظر آتے ہیں۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ حالی مغربی تنقید سے واجبی سا تعلق رکھتے تھے جو کہ شاید مرعوبیت کے سبب تھا۔ اس کے ساتھ ساتھ مشرقی تنقیدی تصورات اور نقدِ شعر سے مکمل واقف تھے۔ یہی وجہ کہ وہ ابنِ رشد، ابنِ خلدون اور دیگر ادباء کے جابہ جا حوالے دیتے نظر آتے ہیں کہ جن کی روشنی میں انہوں نے بعض شعری اصولوں پر بحث بھی کی ہے۔ حالی نے متعدد مغربی ادیبوں کی ادبی خدمات اور ان ادبی خدمات کے اثرات کو بھی بطور مثال پیش کیا ہے اور انہی اصولوں کے پیشِ نظر اردو زبان و ادب کے شعری اصولوں کو مرتب کرنے کوشش بھی کی ہے۔

خواجہ الطاف حسین حالی اپنی کتاب "مقدمہ شعر و شاعری" میں آزاد اور سر سیّد کی طرح اردو کے قدیم شعری سرمائے سے بیزاری کا اظہار کیا ہے۔ اردو شاعری کو چند محدود احاطوں میں مقید اور اخلاق سے عاری خیال کرتے ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ قدیم شعری سرمائے کو پوری طرح رد بھی نہیں کرتے۔ دیکھا جائے تو حالی بھی شعری زبان کے حوالے سے اپنے پیش رووں سر سیّد اور آزاد کا ہی رویہ اپناتے نظر آتے ہیں۔ انہوں نے شاعری کی ماہیت کے حوالے سے جو کچھ واضح کیا ہے اس کا مقصد اردو زبان و ادب میں شاعری کو ایک ایسا "رول" مہیا کرنا تھا جس سے وہ اخلاقیات کے مناسب ہو سکے۔ وہ شعر کی کوئی جامع تعریف نہیں کرتے بل کہ شعر کی ماہیت پر گفتگو کرتے ہوئے "لارڈ میکالے" کے تصورات کی ہی پیروی کرتے ہیں۔ لارڈ میکالے کا خیال تھا:

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

"شاعری کائنات کی تمام اشیائے خارجی اور ذہنی کا نقشہ اتار سکتی ہے عالم محسوسات، دولت کے انقلابات، سیرتِ انسانی، معاشرت نوعِ انسانی، تمام چیزیں جو فی الحقیقت موجود ہیں اور تمام وہ چیزیں جن کا تصور مختلف اشیاء کے اجزا کو ایک دوسرے سے ملا کر کیا جاسکتا ہے سب شاعری کی سلطنت میں محصور ہیں"۔ (۴)

میکالے کی اسی گفتگو کو خواجہ الطاف حسین حالی ہو بہو تسلیم کرتے ہیں اور اخلاق یا پاک جذبات رکھنے والی شاعری کو خراب اخلاق والی شاعری کا بدل قرار دیتے ہیں۔ حالی اپنے اسی مفروضے کو اپنی تنقید کے تصور کی بنیاد بناتے ہیں اور اپنی غلامانہ سوچ کی عکاسی پیش کرتے ہیں کہ شاعری سماج اور معاشرے کے اخلاق کو بڑی حد تک متاثر کرتی ہے۔ حالی اپنی سوچ کو مقدمہ شعر و شاعری میں بیان کرتے ہیں:

"اگرچہ شاعری کو سوسائٹی کا مذاقِ فاسد بگاڑتا ہے مگر شاعری جب بگڑ جاتی ہے تو اس کی زہریلی ہوا سوسائٹی کو بہت نقصان پہنچاتی ہے"۔ (۵)

اس بیان سے یہی اندازہ ہوتا ہے کہ حالی کی نظر میں شاعری معاشرے پر اپنے اثرات مرتب کرتی ہے۔ مزید یہ کہ شاعری معاشرے سے اثر لیتی بھی ہے۔ اگر شاعری اخلاقی اعتبار سے خراب ہو تو تو اس کے معاشرے پر اثرات بھی برے پڑتے ہیں۔ حالی کے نزدیک اردو شاعری مبالغہ آرائی، جھوٹ غیر فعلی باتوں اور غیر حقیقی خیالات کا مجموعہ ہے۔ اس لیے ان خرابیوں کا دور کیا جانا ضروری ہے۔ یوں محسوس ہوتا ہے گویا حالی لارڈ میکالے کے خیالات کے حوالے سے افلاطون کے خیالات سے متاثر ہیں یہ الگ بات ہے کہ افلاطون کی طرح شاعروں کو اپنی عینی کائنات سے شہر بدر کر دینے کا حکم صادر نہیں کیا۔ شعرا سے یہ توقع ضرور رکھی ہے کہ وہ معاشرے کی اخلاقیات میں اپنا کردار ادا کرسکتے ہیں۔ حالی اپنے شعری نظریہ کے اعتبار سے ایک طرف تو خیالات کی تبدیلی کی بات کرتے ہیں تو دوسری طرف شعر میں زبان کے استعمال کو "سادگی" کی طرف بھی لے جاتے ہیں۔ یہی وجہ ہے شاعری میں "نیچرل شاعری" کو صرف معناہی "نیچرل" نہیں کہا بل کہ لفظاً بھی اسے "نیچرل" کی طرف موڑنے کا اشارہ دیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

"شعر کے الفاظ اور ان کی ترکیب و بندش تا بمقدور اس زبان کی معمولی بول چال کے موافق ہو جس میں وہ شعر کہا گیا ہو کیونکہ ہر زبان کی معمولی بول چال اور روز مرّہ اُس

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

ملک والوں کے حق میں جہاں وہ زبان بولی جاتی ہے نیچر یا سیکنڈ نیچر کا حکم رکھتے ہیں۔
پس شعر کا بیان جس قدر کہ بے ضرورت معمولی بول چال اور روز مرّہ سے بعید ہو گا
اسی قدر اَن نیچرل سمجھا جائے گا۔ معنی نیچر کے موافق ہونے سے یہ مطلب ہے کہ
شعر میں ایسی باتیں بیان کی جائیں جیسی کہ ہمیشہ دنیا میں ہوا کرتی ہیں یا ہونی چاہیں۔ پس
جس شعر کا مضمون اس کے خلاف ہو گا وہ اَن نیچرل سمجھا جائے گا"۔ (۶)

اس بیان سے بخوبی یہ اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ حالی شعری زبان کے استعمال میں دور از کار تشبیہوں اور استعاروں سے گریز کا مشورہ دیتے ہیں اور ان کا یہ مشورہ افادی شاعری کے نظریہ کے عین مطابق ہے۔ حالی کی نیچرل شاعری کی تحریک، محمد حسین آزاد اور سرسید احمد خان کی اصلاحی تحریک کا اگر اثر دیکھا جائے تو ان کی ان تحریکات سے اردو کی قدیم شاعری سے بے اطمینانی پیدا ہوئی اور ہند اسلامی تہذیب کی آمیزش سے دانش وروں کا جو نیا طبقہ سامنے آیا اس اپنے قدیم علمی و فکری و فنی، تہذیبی و ثقافتی، لسانی و ادبی اور ذہنی و اخلاقی سرمائے کو انگریزی تہذیب و تمدن، ثقافت و سماج، علم و فکر اور لسان و ادب کی چکا چوند کے سامنے کم تر سمجھنا شروع کر دیا۔ سر سیّد احمد خان، آزاد اور حالی نے خاص شعر و ادب میں جس تبدیلی کے راستہ کو پیدا کیا اس کی روشنی میں اس سوال کا پیدا ہونا ایک لازمی امر تھا کہ آخر ان کی ان تحاریک کا بنیادی جواز اور محرک کیا تھا؟ ادبی، نفسیاتی، سیاسی، سماجی، علمی و فکری، لسانی و ادبی، تعلیمی یا فنی، معاشی یا معاشرتی، اقتصادی یا اخلاقی۔ سارے عوامل پر غور کرنے سے یوں محسوس ہوتا ہے جیسے اس ساری تبدیلی کے پیچھے اصل محرک خالص ادبی ماحول کو تبدیل کرنا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ سر سیّد، آزاد اور حالی نے اردو شاعری کو انگریزی زبان و ادب کے سامنے بے بس اور زوال آمادہ قرار دے کر اپنے نئے حاکموں کی خوشنودی حاصل کرنے کے موقع کو غنیمت جانا ہو اور اردو شاعری کو ایسا رخ دینے کی کوشش کی ہو جس سے یہ کارآمد صنف کی حیثیت اختیار کر سکے۔ اسی اثر کے تابع ہوتے ہوئے انجمن پنجاب کے پلیٹ فارم سے با قاعدہ اردو نظم کو بلحاظ موضوع اردو زبان و ادب کی روایت کا حصہ بنایا گیا۔ مناظرِ فطرت کو خاص نظم کا حصہ بنا کر پیش کیا گیا یہ الگ بات ہے کہ ایسے موضوعات کسی نہ کسی شکل میں پہلے ہی اردو شاعری کی روایت کا حصہ تھے اور نظیر اکبر آبادی اسی روایت کے امین کے طور پر زندہ مثال تھے۔ سر سیّد، آزاد اور حالی سے اردو شاعری کی جس تحریک نے روایت پکڑی اسے جدید شاعری کی تحریک کہا جاسکتا ہے۔ کیوں کہ اس تحریک نے ایسی نظم کو روایت دی جس میں موضوعات بدلے بدلے

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

سے تھے۔ ان کی تحریک کو ادبی تحریک ان معنوں میں ضرور کہی جاسکتی ہے کہ اس تحریک سے اردو نظم کو ایک نیا رخ ملا اگرچہ اس کا دائرہ محدود تھا لیکن اس نے اردو نظم کے ارتقا پر اپنے گہرے اثرات مرتب کیے۔

اس تحریک کا ایک دوسرا رخ بھی ہو سکتا ہے کہ اس تحریک سے سیاسی اور نفسیاتی ثمرات حاصل کیے گئے ہوں کیوں کہ ۱۸۵۷ء کی جنگِ آزادی میں شکست کے بعد انگریز جس قوت اور برتری کے ساتھ ہندوستان پر قابض ہوئے تھے اس سے عام عوام اور ادباء و دانش ور طبقہ مرعوب ہو گیا تھا اور اپنے تہذیب و تمدن اور فکر و فن کو کم تر خیال لگا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ مسلم دانش وروں کا طبقہ اپنی تمام تہذیبی، ثقافتی، علمی و فکری، سیاسی و سماجی، تعلیمی و لسانی اور ادبی روایات کو انگریزی زبان و ادب کے سامنے ہیچ اور کم تر خیال کرنے لگے اور اس سب کے پیچھے وہی سوچ کار فرما تھی جو در اصل اصلاحی تحریک کے سبب پیدا ہو چکی تھی۔ جب محمد حسین آزاد انگریزی زبان و ادب سے واجبی سی واقفیت کے باوجود یہ کہ سکتے ہیں کہ "اب تمہارے خلعت و زیور جو آج کے مناسب حال ہیں وہ انگریزی کے صندوقوں میں بند ہیں" تو یہ بات بعید از قیاس نہیں کہ مسلم دانش وروں اور ادبا کو نفسیاتی طور پر احساسِ کم تری میں مبتلا کر دیا گیا ہو۔ یہی وجہ ہو سکتی ہے کہ بعض حضرات نے قدیم اردو کے ادبی سرمائے سے بیزاری اختیار کی ہو اور انگریزی کے خیالات کو قبول کرنے میں کوئی عار نہ محسوس کی ہو۔ حالی بھی یہی لکھنے پر مجبور ہو گئے کہ:"حالی چلو پیروئ مغرب کریں" اور اسی طرز پر انجمن پنجاب کے پہلے مشاعرے میں سر سیّد کے الفاظ اسی کی ترجمانی کرتے نظر آتے ہیں:

> " اگر ہماری قوم اس عمدہ مضمون نیچر کی طرف متوجہ رہے اور ملٹن اور شیکسپیئر کے خیالات کی طرف توجہ فرمائے تو ان بزرگوں کے سبب ہماری قوم کی لٹریچر کیسی عمدہ ہو جائے گی۔ (۷)

اس بیان سے اندازہ ہوتا ہے کہ اس پلیٹ فارم سے مغرب کے مذکورہ ادیبوں کا تذکرہ کرنا اور ان کے خیالات کو اپنانے کا مشورہ دینا ہی در اصل خود کو احساسِ کم تری کے عام احساس کا ہی ناگزیر حصہ تھا۔ ہر چند اس تحریک نے دور رس اثرات ڈالے اور اس تحریک نے اپنی بنیادی تکمیل اقبال کی شاعری میں کی۔ یہ بات بھی مسلّم ہے کہ اس تحریک نے ایسا رویّہ قائم کیا جو نہ تو مغربی تھا اور نہ ہی پورے طور مشرقی یا ہند اسلامی اور یہی اصل مقصد تھا تاکہ اس طرح اس تحریک کو سماجی و اخلاقی جواز مل سکے۔ البتہ اس کے برعکس اصل شواہد یہ بتاتے ہیں کہ تحریک

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

کا اصل مقصد تو تعلیمی تھا جو اتفاق سے ادبی ہو گیا۔ انجمن کے پہلے ہی مشاعرے میں کرنل ہالرائیڈ کے الفاظ اس کی ترجمانی کرتے ہیں:

"اردو کی درسی کتب جو بالفعل رائج ہیں یا جن کے پڑھانے کی کمیٹی نے سفارش کی ہے ان میں اردو نظم بالکل نہیں۔۔۔ آپ اس بات پہ غور کریں کہ ہمارے دیہاتی مدارس میں ایک منتخبات اردو نظم جس میں اخلاق و نصیحت اور ہر ایک کیفیت کی تصویر کھینچی گئی ہو گی، درس میں داخل نہیں ہو سکتی۔ کیا اس قسم کا انتخاب سودا، میر تقی میر، ذوق یا غالب کی تصنیفات سے مرتب ہو سکے گا؟ تو۔۔۔ دریافت کیا جا سکتا ہے کہ شعرائے زمانہ حال سے خاص مدارس کے لیے ایک ایسی تصنیف کا کام سر انجام ہو سکتا ہے یا نہیں ؟ اگر اس طور پر مدارس سرکار کے وسیلے سے رواج ہو جائے اور واہیات نظم جو بالفعل بہت رائج ہے، ختم ہو جائے تو بڑی اچھی بات ہو گی"۔ (۸)

اگر انجمن پنجاب کے مقاصد پر ایک نظر دوڑائی جائے تو صاف اندازہ ہوتا ہے کہ انگریز سرکار بعض اصطلاحات کے ذریعے انگریزی حکومت اور نو آبادیاتی نظام کا استحکام چاہتی تھی اور اپنے اس استحکام کے لیے شعوری یا غیر شعوری طور پر ان حضرات کا اس تحریک اور انجمن کی ذمہ داریاں سونپی گئیں جن کو ان لوگوں نے احسن انداز میں نبھایا اور انگریزی مہرہ ہونے کا پورا ثبوت دیا۔ انجمن پنجاب کے کل پانچ مقاصد تھے جن میں چوتھا مقصد یہ تھا:

"معاشرتی، ادبی، سائنسی اور عام دلچسپی کے سیاسی مسائل پر تبادلہ خیالات، حکومت کے تعمیری اقدامات کو قبولِ عام بنانا، ملک میں وفاداری اور مشترکہ ریاست کی شہرت کے احساس کو فروغ دینا اور عوام الناس کی خواہشات اور مطالبات کے مطابق حکومت کو تجاویز پیش کرنا۔"(۹)

مجموعی طور پر دیکھا جائے تو ایک بات جو ان سب میں مشترک ہے وہ یہ کہ ان سب نے نئی نظم کی روایت قائم کرنے میں اس تحریک کا سہارا ضرور لیا ہے۔ اس بات سے تو کوئی انکار کر ہی نہیں سکتا کہ ۱۸۵۷ء کی شکست کے بعد جس نئی صورت حال سے مسلمان قوم کو واسطہ پڑا اس میں ان بزرگوں نے جو فیصلے کیے اگر چہ وہ انتہا پسندی کی حد تک مرعوبیت کی حدوں کو چھو رہے تھے لیکن کہیں نہ کہیں ان کے فیصلوں میں دردمندی بھی ضرور

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

تھی۔ وہ نئی قسم کی بیداری کی کوشش میں ادب کو بھی تعمیری رخ دینے کی بھی کوشش کر رہے تھے جس کے سبب " جدید نظم نگاری" کی بنیاد پڑی۔ یہ الگ بات ہے کہ ادب میں نئی روایت نے جنم لیا وہ ادبی اور جمالیاتی لحاظ سے ذرا کم اور ملّی یا قومی روایت کے لحاظ سے زیادہ۔ محمد حسین آزاد اور خواجہ الطاف حسین حالی نے "جدید نظم "کا جو تصور پیش کیا اس نے انیسویں صدی کے اختتام تک کے ہی نظم نگاروں کو متاثر نہیں کیا بل کہ آنے والی نظم میں بھی اسی نو آبادیاتی سوچ کو جاری کر دیا۔ یہی وجہ ہے کہ آج کے جدید دور میں نظم کے اندر مزاحمت کا رجحان دیکھنے میں نظر آتا ہے۔ حالی اور ان کے معاصر نظم نگار شعرا کے علاوہ وہ شعرا جو بیسویں صدی کے اوائل میں سامنے آئے وہ بھی حالی اور آزاد کی پیروی کرتے نظر آتے ہیں۔ اسمٰعیل میرٹھی، شبلی نعمانی، شوق قدوائی، وحید الدین طباطبائی، سرور جہاں آبادی، نادر کاکوروی، چکبست، اور اکبر وغیرہ اہم نام ہیں۔ ان شعرا نے زیادہ تر ایسی نظمیں تخلیق کیں جن نہ صرف اخلاقی اصلاح ہو سکے بل کہ عام لوگوں میں جذبہ ملّی پیدا ہونے کے ساتھ ساتھ مناظرِ فطرت بھی عکاسی ہو سکے۔ اسی لیے اس پورے دور کو موضوعاتی شاعری کا دور کہنا زیادہ بہتر ہو گا۔ دیکھا جا سکتا ہے کہ اس سارے دور انگریزی نظم کا منظوم ترجمہ روایت پکڑ گیا اور کافی اہمیت کا بھی حامل ہوا۔ درج بالا شعرا کسی نہ کسی حد تک انگریزی ادب سے واقف تھے لیکن شاید وقت اور حالات کے پیشِ نظر ان میں وہ شعور بیدار نہ ہو سکا کہ وہ آزاد اور حالی کے بنائے گئے شعری اصولوں کو اپنانے سے پہلے ان اصولوں کی ادبی اور جمالیاتی قدر کا اندازہ لگا سکتے۔ اس کی وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ ان سب کے سامنے نظم کی کامیابی کا معیار بس یہی تھا کہ نظم "نیچرل "یعنی فطرتی مناظر کی عکاس ہو۔

نو آبادیاتی نظام کے ظلم و ستم اور استحصال سے تنگ عوام و محکوم طبقہ نے اپنے نظریات، معاشرے اور ثقافت کو بچانے کے لیے ہمیشہ ردِ عمل کی تحاریک اور مزاحمت کا سہارا لیا ہے اور ان کے اثر سے آزادی کی منزل کی طرف گامزن ہوئے۔ جہاں یورپی اقوام ترقی اور بیداری، روشن خیالی اور سائنس کو دنیا کے سامنے پیش کرنے میں کامیاب ہوئیں وہاں انسانوں کو ذہنی غلامی و پستی اور جبر و استحصال کے نظام سے بھی متعارف کرا گئیں۔ انسانوں کو طبقات میں تقسیم کرنے کے بعد اجارہ داری کرنے کا ڈھنگ اور اسلوب بھی دنیا کو دیتے ہوئے دنیا کو پہلی، دوسری اور تیسری دنیا میں منقسم بھی کر گئیں۔ اس جبر اور استحصال کے خلاف پوری دنیا کے ادبا، محققین، نقاد اپنی رائے دینے پر مجبور ہو گئے۔ پندرھویں صدی سے شروع ہونے والا یہ سلسلہ آج اکیسویں صدی میں فلسطین، عراق، کشمیر، افغانستان اور شام تک کے علاقوں کو اپنے نرغے میں لیے ہوئے ہے۔ تاریکی، جبر، ناامیدی اور ظلم و ستم کے اس دور میں عوام کے دلوں میں روشنی اور جدوجہد کی شمع روشن رکھنے کے لیے ادیب اور شاعر اپنے حصہ کا کام کرنے میں آج

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

بھی مصروف ہیں جیسا ماضی کے ادبا اور شعرا کے ہاں ملتا ہے۔ ادب کسی بھی زبان کا ہو مزاحمت اور ردعمل کے طور پر جب بھی تخلیق ہوا اس کے خالق کو ہمیشہ بھگتنا پڑا۔ گارشیا لوکا، ڈیوڈ گیٹ، بنجمن مولوٹس، فرخی یزدی، محمد رضا عشقی، سارتر، محمود درویش، آندرے مالرو، ناظم حکمت، رومین رولاں، کریم پور شیرازی، مرتضٰی کیوان، حمد بہرنگی، جلال الاحمد، احمد شاملور، علی شریعتی اور پروین اعتصامی کے ساتھ ساتھ لوشون، اے چھینگ، ماؤدون، لاؤشے، چولی بو، ابراہیم طوقان، رشید سلیم الخوری، محمد علی الحومانی، سمیع القاسم، سلمٰی الخضر، کمال ناصر، جبرا ابراہیم جبرا، توفیق صائغ، لیلٰی خالد، بورس پاسترناک، انا احموتوا، یوتے شنکو اور وازنیکی کے علاوہ برصغیر پاک وہند میں "اکبر الٰہ آبادی، اقبال، فیض احمد فیض، حسرت، ساحر لدھیانوی، علی سردار جعفری، حبیب جالب، مجید امجد، شکیب جلالی، ظہیر کاشمیری، احمد مشتاق، جاوید انور، عبد العزیز خالد، ابن انشا، یحیٰ امجد کشور ناہید، مولانا ظفر علی خان، احمد ندیم قاسمی، یوسف ظفر، رئیس امروہی، شورش کاشمیری، ضمیر جعفری، احمد فراز، خاطر غزنوی، شہزاد احمد، نعیم صدیقی، طفیل ہوشیار پوری، امجد اسلام امجد، ڈاکٹر ناہید قمر اور افتخار عارف جیسے بیسیوں شعرا اور ادبا ہیں جنھوں نے نو آبادیاتی نظام کے پیش کردہ جبر و استحصال کے نظام کے خلاف مزاحمتی اور ردعمل کا ادب تخلیق کیا اور اپنی تخلیقات کے سبب معاشرے میں انقلاب، آزادی فکر اور حریت کے لیے آواز اٹھائی۔ چاہے جتنے بھی انقلاب آئے، صنعتی انقلاب، انقلاب روس، سپین، انقلاب ایران، انقلاب چین یا انقلاب فرانس وغیرہ نے ادب کو خاص شاعری کو ضرور متاثر کیا اور صنف شاعری میں نظم نے اپنے ہونے کا ثبوت دیا چاہے وہ کسی بھی زبان کا حصہ بنی۔ ان انقلاقابات اور تحاریک آزادی نے اردو شاعری پر حد درجہ اثر ڈالا جو مختلف شعرا کے ہاں موجود ہے۔ اردو کے نظم گو شعرا اس حوالے سے نمایاں ہیں جن کا ذکر اوپر گزر چکا اسی اثر کو نمایاں طور پر سمجھنے کے لیے ان نظریات کی روشنی میں اردو نظم کا مطالعہ از حد ضروری ہے۔ یہاں تحریک آزادی کشمیر سے منسلک شعرا کا تذکرہ از حد ضروری ہے جنھوں نے مسئلہ کشمیر کو دنیا میں اجاگر کرنے کے لیے اپنی شاعری کا سہارا لیا، ان میں محمد دین فوق، ملا ظاہر غنی، حبہ خاتون، عبد الاحد آزاد اور غلام احمد مہجور نمایاں طور تحریک آزادی کے سرخیل ہیں۔

نو آبادیاتی نظام کے پروردہ استحصالی نظام کے خلاف مزاحمت اور ردعمل کا جو بھی ادب ان شعرا کے ہاں ہے چاہے وہ اپنی زباں میں ہے یا تراجم کی صورت میں، پس نو آبادیاتی اثرات کو واضح کرتا ہے اور بتاتا ہے کہ ابھی تک دنیا اسی نظام کے تابع زندگی گزارنے پر مجبور ہے۔ نو آبادیاتی نظام کے تسلط کے ناقدین میں جن محققین اور نقادوں نے اپنی اپنی تصانیف دنیا کے سامنے پیش کیں اور نو آبادیاتی نظام اور اس کے موجودہ دور تک کے اثرات کا اظہار کیا

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

ان میں سموئیل ہنٹنگٹن پی، فرانز فینن، ایڈورڈ سعید، ہومی کے بھابھا، شمیم حنفی اور ڈاکٹر ناصر عباس نیر وغیرہ شامل ہیں۔ ان ناقدین نے اپنی تنقید کے سبب نو آبادیاتی نظام خاص یورپی سامراجی نظام کا مکروہ چہرہ دنیا کے سامنے پیش کیا ہے اور اس نظام کے تحت تخلیق پانے والے ادب اور شناختی بحران کو بھی ایک الگ انداز میں سمجھنے کا موقع فراہم کیا ہے۔ ضرورت اس امر کی کہ اردو زبان و ادب 'جو اسی نو آبادیاتی نظام کا ساختشانہ ہے' پر اس نظام کے اثرات کو سمجھا جائے اور تحقیقی و تنقیدی سانچے سے گزار کر حقیقت کا ادراک کیا جائے تا کہ شناخت اور شناختی بحران کا ازالہ ہو سکے اور انسانیت اپنی شناخت قائم کر کے اس استحصالی نظام سے چھٹکارا پا سکے۔ اس کامیابی کو حاصل کرنے کے لیے سب سے اہم کردار ادب کا ہے اور ادب میں شاعری خاص نظم ہمیشہ نمایاں رہے ہیں اور ہوں گے۔

اس ساری صورتِ حال کو پیدا کرنے کے لیے جو تاثر بنیادی حیثیت رکھتا ہے وہ یہ کہ نو آبادیاتی نظام مقامی لوگوں کی پس ماندگی دور کرنے میں نہایت اہم کردار ادا کرتا ہے۔ یہی تاثر نو آبادکار کے مقتدر کلامیے کی بنیاد ہے۔ اسی کلامیے کے سبب مفتوح قوم کا زاویہ فکر تبدیل کیا جاتا ہے اور اس کی جادوئی تاثیر کے سبب قابض لوگ خود کو برتر اور مغلوب قوم کی اقدار اور روایات کو کم تر اور حقیر گردانے لگتے ہیں۔ برطانوی نو آبادیات کی تاریخ بھی اسی مقتدر بیانیے کی مثال واضح طور پر دیکھی جاسکتی ہے۔ اسی بیانیے کو بنیاد بنا کر برطانیہ نے جدید نظام خیال کی تشکیل کی اور بہ تدریج دنیا کے مختلف ممالک کے تجارتی امور اور معیشت پر قبضہ کیا اور مقامی آبادی کو سائنس اور ٹیکنالوجی کی ترویج کا جھانسہ دے کر محض مقامی روایات کے حصار میں قید رکھا۔ اس کے برعکس مقامی افراد نے جب مقتدر بیانیے کے ردعمل میں اپنے فکر و عمل کو جدید خطوط پر استوار کیا تو نظریاتی سطح پر قومیت پرستی، مزاحمت، احتجاج، تہذیبی آویزش و آمیزش اور منقسم شعور جیسے رجحانات سامنے آئے۔ یہ رجحانات اردو ادب کی من جملہ اصناف میں سے خاص صنفِ شاعری "اردو نظم" میں وسیع پیمانے پر تخلیقی سرمائے کا حصہ ہیں اور یہی پس نو آبادیات اثر ہے۔

حوالہ جات

۱. میمونہ خاتون، "اردو نظم"، لاہور، مکتبہ دانیال، اردو بازار، سن ندارد، ص ۲۰

۲. ایضاً، ص، ۲۱

۳. ایضاً، ص، ۲۲

۴. ایضاً، ص، ۲۵

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

۵. خواجہ الطاف حسین، حالی، "مقدمہ شعر و شاعری"، لاہور، دارالنوادر، الحمد مارکیٹ، اردو بازار، ۲۰۱۱ء، ص۳۹
۶. ایضاً، ص۹۰
۷. میمونہ خاتون، "اردو نظم"، لاہور، مکتبہ دانیال، اردو بازار، سن ندارد، ص۲۹
۸. ایضاً، ص۳۰
۹. ایضاً